Fikr-o-Nasar (Islamabad) 30:1-2 (1992)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج تعلیم

غزل کاشمیری

حیات اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے جملہ گوشوں پر اہل علم وفضل نے سیر حاصل بحثیں کیں، اور آپ علیہ السلام کی حیات اقدس کے جملہ پہلوؤں کو اپنی بساط کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی، معلم اعظم کی حیثیت سے بھی آپ کی ذات اقدس پر مضامین لکھے گئے مگر آپ کے طریقہ تعلیم پر بہت کم لکھا گیا، زیر نظر مقالہ میں اس پہلو سے متعلق اپنا حاصل تحقیق پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مذاکرہ

مذاکرہ سے مراد ایک دوسرے کو علم سکھانا، دوسروں کے آگے پڑھنا یا کئی طالبعلموں کا مل کر کسی قضیہ یا مسئلہ پر بحث ومکالمہ کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طریقہ کار پر خود بھی عمل فرماتے تھے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی تلقین فرماتے تھے۔

سعید بن الخدری فرماتے ہیں: اصحاب نبی جب بیٹھ جاتے تو ان کا موضوع گفتگو فقہ ہوتا تھا۔ یا پھر وہ کسی ساتھی کو کہتے کہ وہ قرآن سے کوئی سورۃ پڑھے اور پھر سب اس پر بحث کرتے تھے۔ (۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنی بات کو بار بار دوہرایا کرتے تھے تاکہ طالب علم اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیں، کسی مسئلہ کو بار بار دوہرانے سے اسے ازبر کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ خود قرآن پاک کا طریقہ تعلیم بھی یہی ہے۔ قرآن پاک میں اکثر عقائد، اعمال اور معاملات کی تکرار آئی ہے۔ حضرت انس بن مالک کہتے ہیں۔ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساٹھ آدمی تھے۔ آپ ہمیں حدیث بیان فرماتے، اگر اسے حفظ کرنے کی ضرورت محسوس کرتے تو ہم میں سے ہر ایک اس حدیث کو بار بار پڑھتا تھا۔ جب مجلس سے فارغ ہوتے تو گویا وہ مسئلہ ہمارے دلوں میں پوری طرح جڑ پکڑ چکا ہوتا تھا(۲) امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے۔ "باب من سمع شیئاً فراجع حتی یعرفہ"

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

" اگر کوئی آدمی کوئی چیز سنے اور پھر اسے مکمل طور پر سمجھنے کے لئے اسے دوبارہ کہلوائے۔ اس باب کے تحت حضرت عائشہ کے بارے میں فرماتے ہیں ' " جب وہ کوئی علمی بات سمجھ نہیں سکتی تھیں تو اسے دوبارہ نبی پاکؐ سے کہلواتی تھیں ۔ یہاں تک کہ آپ اسے اچھی طرح سمجھ جاتی تھیں۔"(۳)

ابو سعید خدری فرماتے ہیں ۔ " نبی پاک کے اصحاب جب اکٹھے ہوتے تھے تو علم کا مذاکرہ کرتے تھے ۔ اور قرآن کی کوئی سورۃ پڑھتے تھے " (۴)

اہم نکات کا قلمبند کرنا:

ہر طالب علم کو چاہئے کہ وہ اپنے استاد کے خطبہ کے اہم اجزاء کو قلم بند کرے ۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو عشاء کی نماز کے بعد اکٹھا ہونے کو کہا کہ کل وہ سب نماز کے لئے آئیں میں نے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں ۔

صحابہ کرام نے آپس میں یہ طے کیا کہ فلاں نبی پاک کا پہلا کلام نوٹ کرے گا۔ فلاں دوسرا قول اور فلاں آخری بات نوٹ کرے گا۔ تاکہ آپؐ کی کوئی بات قلم بند ہونے سے رہ نہ جائے۔ آج کل اسے اصول علم الاختزال کہا جاتا ہے ۔(۵)

مدارسہ:

طالب علموں کا آپس میں سبق دوہرانا مدارسہ کہلاتا ہے ۔ مذاکرہ میں انسان اپنی ذاتی رائے بھی دے سکتا ہے مدارسہ میں اسباق کو صرف دوہرانا مقصود ہوتا ہے ۔

ایک طویل حدیث ہے ۔

ترجمہ: اگر کچھ لوگ خدا کے گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کا علم حاصل کریں ۔ اور اسے ایک دوسرے کو سنائیں تو ان پر سکینت طاری ہوتی ہے ۔ اور خدا کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے۔ اور ملائکہ ان کو احاطہ کر لیتے ہیں ' اور خدا ایسے لوگوں کو فرشتوں کی محفل میں یاد کرتا ہے اور جس نے علم میں سستی کی اسے اس کا حسب آگے نہیں لے جا سکے گا ۔ ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں ' "تدریس یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قرآن سنایا جائے تاکہ الفاظ کی تصحیح ہو سکے اور اس کے معانی کھل کر سامنے آجائیں"(۶) ۔ پھر فرماتے ہیں "ہو سکتا ہے تدارس سے مراد

مدرسہ ہو جو آج کل مشہورو معروف ہے ۔ مثلاً" ایک آدمی دس آدمیوں کو سنائے اور پھر دوسرا مزید دس کو سنائے" (۷)

ایک بار حضرت ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا " میرے سامنے حدیث بیان کرو' سعید نے کہا" میں بیان کروں اور آپ سامنے موجود ہوں ! (انہوں نے تعظیماً" ایسا کہا) ۔ ابن عباس نے کہا" کیا یہ اللہ کی نعمت نہیں ہے کہ تم پڑھو اور میں سامنے کھڑا ہوں اگر تم نے غلطی کی تو میں تصحیح کر دوں گا۔ اور تم نے صحیح پڑھا تو پھر ٹھیک ہے"

یہ واقعہ بیان کر کے امام کتانی فرماتے ہیں ' " تعلیم کو تدریس کی صورت میں پھیلانے کا سہرا صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے سر ہے" (۸) حدیث شریف میں آیا ہے ۔

" ایک دن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے باہر نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے وہاں آپ نے دو حلقے دیکھے ' ایک حلقے کے لوگ قرآن پڑھ رہے تھے اور دوسرے حلقے کے لوگ تعلیم و تعلم میں مصروف تھے ۔ آپ نے فرمایا : دونوں حلقے اپنی اپنی جگہ بہتر ہیں ' یہ لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں ' اور خدا سے دعا مانگ رہے ہیں ۔ چاہے خدا انہیں عطا کرے یا نہ کرے ' مگر دوسرے لوگ کچھ سیکھ رہے ہیں اور سکھا رہے ہیں ۔ میں بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور پھر تعلیم و تعلم والے حلقے میں بیٹھ گئے " ۔ (۹)

رات کو سبق کا اعادہ :

امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے"باب العلم والخطتہ باللیل (۱۰) ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم معلم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر نفسیات بھی تھے ۔ آپ صحابہ کرام کو ہر وقت حصول علم میں مگن نہیں رکھتے تھے ۔ بلکہ آپ ان کی معاشی اور گھریلو ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے چنانچہ طالب علموں کو تلقین کرتے تھے کہ وہ دن کے ایک حصے میں علم حاصل کریں اور پھر اپنے گھریلو امور کو سرانجام دیں اور رات کو علم کا اعادہ کریں ۔ رات کا وقت دن کے شور اور ہنگامہ سے پاک اور پرسکون ہوتا ہے ۔ انس فرماتے ہیں ۔ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو عشاء کے بعد خطبہ و درس دیا کرتے تھے" حضرت عمر فرماتے ہیں : "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے اہم امور کے بارے میں ابوبکر سے رات کو مشورہ کیا

کرتے تھے۔"

ایک بار حضرت عمر نے ابو موسیٰ الاشعری کے ساتھ بحث و مناظرہ میں ساری رات گزار دی ۔ یہ مباحثہ فقہ کے مسائل کے بارے میں تھا ۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا' "اب فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے " حضرت عمر نے یہ بلیغ جواب دیا ۔ "ہم تو اب تک حالت نماز میں تھے ۔" امام دامنی اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں "کہ طالب علم کو رات کے وقت سبق یاد کرنا چاہئے۔"

حضرت انس فرماتے ہیں "کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ بھیجیں جو ہم کو قرآن و سنت کی تعلیم دیں ۔ آپ نے ان کی طرف انصار کے ستر آدمی بھیجے انہیں قراء کہا جاتا تھا ۔ ان میں میرے خالو حرام بن ملحان انصاری بھی تھے ۔ یہ لوگ رات کو قرآن پڑھا کرتے تھے ۔ اور ایک دوسرے کو درس دیا کرتے تھے"۔(۱۱)

سوال و جواب :

طلبہ کو سوال یعنی پیدا شدہ الجھن کے متعلق اساتذہ کرام سے سوال و جواب اور حل کا تبادلہ فکر کو جلا بخشتا اور علمی ترقی میں اضافہ کا سبب بنتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رجحان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :

" جالس العلماء وسائل الکبراء و خالط الحکماء (۱۲)"

"یعنی علماء کے سامنے بیٹھو ۔ بڑوں سے پوچھو اور دانا لوگوں کی محفل اختیار کرو"

امام ابن عبدالبر نے باب باندھا ہے ۔ "حمدالسئوال والا لحاح فی طلب العلم ذم مامنع"۔

یعنی شاگرد کا حصول علم کی خاطر استاد سے سوال کرنا یا اسے مجبور کرنا پسندیدہ فعل ہے ۔ اور غیر ضروری سوالات سے پرہیز کرنا۔ (۱۳)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں : "رحم اللہ النساء الانصار لم یمنعھن الحیاء ان یسئلن عن امر دینھن۔(۱۴)

اللہ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے ۔ انہوں نے اپنے دین کے بارے میں جو کچھ پوچھنا

ہوتا تھا اس میں ان کی حیاء آڑے نہیں آتی تھی۔

حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا' تم نے علم کیسے حاصل کیا فرمایا ' پوچھنے والی زبان سے اور عقل والے دل سے۔ (۱۵)

تعلیم میں درجہ بندی:

امام بخاری قرآن پاک کی آیت کو"کونو اربانیین" (۱۶) کے تحت فرماتے ہیں کہ اس سے مراد علماء اور فقہاء ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔

الربانی الذی یربی الناس بصغا رالعلم قبل کبارہ۔

"ربانی وہ ہے جو اپنے شاگردوں کی تربیت بڑے علوم سے پہلے چھوٹے علوم سے کرتا ہے"۔(۱۷)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ "صغار علم سے مراد وہ علوم ہیں جو بالکل آسان اور واضح ہوں اور کبار علم سے مراد مشکل اور دقیق علوم ہیں۔ یا یہ کہ ربانی وہ ہے جو طالب علم کو کلیات سے پہلے جزئیات پڑھائے اور اصول سے پہلے فروع پڑھائے اور مقاصد سے پہلے مقدمات پڑھائے۔"(۱۸)

طالب علم کی ذہنی سطح کا اندازہ لگانا:

طالب علم کی ذہنی سطح کے مطابق اسے پڑھانا یا اس پر علم کا اتنا ہی بوجھ ڈالنا جسے وہ برداشت کر سکے طریقہ تعلیم کے مہمات امور میں سے ہے۔ اگرچہ یہ بھی اصول ارتقاء کا ہی حصہ ہے لیکن بسااوقات ایک بہترین استاد طالب علم کی ذہنی سطح کے مطابق اس سے سوال کرتا ہے۔ اور پھر اس سے جواب کی توقع کرتا ہے۔ تاکہ پتہ چلے کہ وہ طالب علم کتنا ذہین یا محنتی ہے۔ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے۔" باب طرح العالم المسالتہ علی اصحابہ لیختبر ماعند ھم من العلم"۔ یعنی عالم کا اپنے شاگردوں کے سامنے کوئی مسئلہ رکھنا تاکہ اندازہ لگایا جا سکے کہ ان کے پاس علم کتنا ہے؟

چنانچہ خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے ایک مسئلہ پیش کیا کہ مومن کی مثال ایک درخت جیسی ہے۔ اس محفل میں ابن عمر بھی بیٹھے تھے۔ آپ کی عمر پندرہ برس تھی۔ اس محفل میں ابوبکر' عمر' ابوہریرہ اور حضرت انس جیسے اکابر صحابہؓ بھی موجود تھے۔

ابن عمر نے یہ مسئلہ جان لیا ' لیکن کم عمری کی وجہ سے جواب نہ دیا ' انہوں نے اپنے والد عمر سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "اگر تم یہ جواب دے دیتے تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ قابل عزت ہوتا۔" (۱۹)

علماء کرام نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ استاد کو اپنے شاگردوں کی علمی سطح کا اندازہ لگانے کے لئے پیچیدہ ' دقیق ' اور مشکل مسائل کو سمجھانے کے لئے ایسے سوالات کرنے چاہیں ۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس عمل کو "الالغاز" کہتے ہیں انہیں "المعایات" اور "الاحاجی" بھی لکھا جاتا ہے ۔ (۲۰)

اختصاص طلبہ :

اگر ایک استاد کے سامنے کئی جماعتوں کے طالب علم موجودہ ہوں تو فرداً فرداً ہر ایک کی طرف متوجہ ہونا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے ۔ وہ جماعت کے ذہین ترین شاگرد کو لیتا ہے اور مبتدیوں کو اس کے سپرد کر دیتا ہے ۔ اس طرح استاد کا بوجھ حلکا ہو جاتا ہے ۔ اور نئے طلبہ کی طرف توجہ دینے کے قابل بھی ہوجاتا ہے ۔ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس طریق کار پر عمل کرتے تھے ۔ آپ نے فرمایا

اقتدو ا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر واھتدوا یھدی عمر و اذا حدثکم ا بن ا م معبد فصدقوا۔

میرے بعد تم ان لوگوں کی پیروی کرو اور ابوبکر کی طرف سے اشارہ کیا۔ اور تم عمر کے طریقہ پر چلتے رہنا اور جب ابن ام معبد (عبداللہ بن مسعود) تم سے کچھ بیان کرے تو اسے سچ جاننا۔

ایک اور حدیث ہے ۔ استقرو القرآن من ابی و ابن مسعود

تم ابی اور ابن مسعود سے قرآن حاصل کرو۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے جابیہ کے مقام پر لوگوں سے خطاب کیا۔

"اے لوگو! تم میں سے جو قرآن کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ ابی بن کعب کے پاس آئے۔ اور جو فرائض کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ زید بن ثابت کے پاس آئے جو فقہ کے بارے میں پوچھنا

چاہے وہ معاذ بن جبل کے پاس آئے اور جو مال کے بارے میں پوچھنا چاہے (وظائف اور روزینے) تو وہ میرے پاس آئے۔ کیونکہ خدا نے مجھے مال کا والی اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے"۔(۲۱)

فن کتابت :

احادیث و سیر کی کتابوں میں نبی پاک کی قلم اور الفاظ کو خوبصورت بنانے کے بارے میں جو ہدایات ملتی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ اپنے صحابہ کرام کو خوش خطی کی طرف بھی متوجہ کرتے تھے۔ خوش خطی سے طالب علم کا مضمون دوگنی اہمیت حاصل کر جاتا ہے اور اگر کسی طالب علم کا خط بھدا ہو یا اسے پڑھنا دشوار ہو تو اچھے سے اچھا مضمون بھی نظروں سے گر جاتا ہے لیکن اگر مضمون خوشخط لکھا ہو تو انسان اسے زیادہ دلچسپی سے پڑھے گا اور اس کے مباحث سے لطف اندوز بھی ہو گا۔ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"قد کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ ذا لک الخط علم"

خدا کا ایک نبی بہترین انداز میں لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ جس کی لکھائی اس نبی کی لکھائی کے مطابق ہوئی اس نے واقعی لوگوں کو علم سکھایا"۔

گویا خوبصورت خط علم کے ابلاغ میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"خوبصورت خط حق کو زیادہ واضح کر دیتا ہے" (۲۲)

امام سفیان ثوری قرآن پاک کی اس آیت "اوا ثارۃ من علم" (۲۳) سے مراد علم خط مراد لیا کرتے تھے۔

ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا' خط کیا ہے ؟" آپؐ نے فرمایا' ھو ا ثارۃ من علم" یعنی یہ بھی علم کی ایک شاخ ہے۔ حضرت ابن عباس بھی۔"اثارۃ من علم" سے مراد خوبصورت خط لیا کرتے تھے۔

ایک بار مصر کے گورنر عمرو بن العاص حضرت عمر کے پاس آئے ۔ عمر نے پوچھا " تم مصر پر کس کو قائم مقام بنا کر آئے ہو ؟ انہوں نے کہا ' مجاہد بن جبیر کو " عمر نے پوچھا کہ یہ غزوان کی بیٹی کا

مولی ہے ؟ انہوں نے کہا ہاں ! وہ کاتب بھی ہے ۔ اس پر حضرت عمر نے کہا ، "علم اپنے صاحب کو بہت اونچا لے جاتا ہے"۔

یہاں حضرت عمر کا اشارہ اس کے خوبصورت خط کی طرف تھا ۔ (۲۴)

احادیث میں قلم ودوات کا ذکر اکثر ملتا ہے ۔

عبداللہ بن حنش فرماتے ہیں ، " میں نے صحابہ کرام کو نرسل کی قلموں سے اپنی ہتھیلیوں پر لکھتے دیکھا ہے" ۔

ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ سے کہا " اپنا قلم کان پر رکھا کرو کیونکہ یہ علم کو یاد دلاتا ہے ۔

عہد رسالت میں کاغذ چونکہ مہنگا پڑتا تھا اس لئے عرب اس پر کم لکھتے تھے ۔ صحیح بخاری میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی ' لایستوی القاعدعن من المومینین ۔ (۲۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے براء بن معرور سے کہا " زید کو میرے پاس بلاؤ کہ وہ تختی ' دوات اور ران کی ہڈی لے کر آئے " ۔ (۲۶)

عرب جانوروں کی ران کی ہڈی پر بھی لکھا کرتے تھے ۔ کیونکہ وہ چوڑی ہوتی ہے ۔

طالب علم کے لئے سفر:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول علم پر محض زور ہی نہیں دیا بلکہ اس کے لئے اگر انسان کو کٹھن مصائب اور خطرناک سفر بھی اختیار کرنا پڑے تو اس میں بھی آپ نے اجر عظیم کی نوید سنائی ہے ۔ قاضی ابن العربی المعافری فرماتے ہیں ۔ " موسی پہلے صاحب شریعت ہیں جنہوں نے طلب علم کی خاطر سفر اختیار کیا یہ سفر سورۃ الکھف میں موجود ہے اور امام بخاری نے کتاب العلم میں اس کا تذکرہ دوبار کیا ہے ۔ امام غزالی فرماتے ہیں ۔ " عہد صحابہ سے لے کر آج تک جو کچھ بھی حاصل ہوا وہ سفر کے ذریعے ہی حاصل ہوا ہے " ۔ (۲۷)

خود قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے ۔ فلولا نفرمن کل فرقتہ منھم طائفتہ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذ رو ن ۔ (۲۸)

" کیوں نہ ہر گروہ میں چند لوگ اٹھے جو دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب اپنی قوم میں

واپس جاتے تو انہیں علم سکھاتے تا کہ وہ آخرت سے ڈرتے" جابر بن عبداللہ ایک دوسرے صحابی عبداللہ بن انیسؓ کے پاس صرف ایک حدیث کی خاطر ایک ماہ کا سفر طے کر کے گئے ۔ قرآن پاک کی آیت السا ئحون کا ترجمہ ابن عباس نے طلبۃ العلم کیا ہے یعنی حصول علم کی خاطر سفر اختیار کرنے والے ۔(۲۹) عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔

"اگر مجھے پتہ چل جائے کہ فلاں آدمی کتاب اللہ کا علم مجھ سے زیادہ رکھتا ہے تو میں سفر کر کے اس کے پاس آؤں گا" (۳۰)

حوالہ جات

۱۔ عبدالحئی الکتانی : التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۲۳

۲۔ ایضاً" ص ۲۲۷

۳۔ الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ کتاب العلم ج ۱ ص ۲۱ اصح المطابع الطبعۃ الثانیہ ۱۹۶۱ء ۔ ۱۳۸۱ھ ۔ مقدمہ شیخ احمد علی سہارن پوری

۴۔ التراتیب الاداریہ ج ۲، ص ۲۷۸

۵۔ ایضاً" ص ۲۳۶ ۔ ۲۳۷

۶۔ ابن ماجہ سنن مقدمہ باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم ۔

۷۔ البضاعۃ المزجاۃ لمن یطالع المرقاۃ یطالع المرقاۃ فی شرح المشکاۃ ۔ج ۱ ص ۲۷۱ مکتبہ امدادیہ ملتان ۔ ۱۹۷۲ء/۱۳۹۲ھ مقدمہ شیخ محمد عبدالحلیم بن عبدالرحمن الچشتی

۸۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۱۸ ۔

۹۔ ابن ماجہ مقدمہ باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم ۔

۱۰۔ الجامع ص ۲۲ ۔

۱۱۔ ان تمام حوالوں کیلئے ملاحظہ ہو التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۳۸ ۔

۱۲۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۳۸ ۔

۱۳۔ جامع بیان العلم وفضلہ ومایبنغی فی روایتہ و حملہ ج ۱ ص ۸۷ تا ۸۹ ادارہ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۶ھ۔

۱۴۔ الجامع ص ۲۴ ۔

۱۵۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۳۲۱ ۔

۱۶۔ آل عمران ۳ : آیت ۷۹

۱۷۔ الجامع ص ۱۹ باب العلم قبل القول و العمل

۱۸۔ فتح الباری، ج ۱ ص ۱۶۲ تحقیق عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز محمد فواد عبدالباقی اور محب الدین الخطیب دارانشر الکتب الاسلامیہ ۔ ۲ ۔

۱۹۔ الجامع ص ۲۴ باب الحیاء فی العلم یہ واقعہ کتاب العلم میں چار مرتبہ مختلف سیاق و سباق میں بیان ہوا ہے ۔

۲۰۔ التراتیب الاداریہ ج ۲/۲۳۱ ۔ ۲۳۲ ۔

۲۱۔ ان سب حوالوں کیلئے ملاخطہ ہو التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۲۷ تا ۲۲۹ ۔

۲۲۔ ایضاً" ص ۲۴۵ ۔

۲۳۔ الاحقاف ۲۶ : آیت ۴ ۔

۲۴۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۹۸ ۔ ۲۹۹ ۔

۲۵۔ النساء ۴: آیت ۹۵۔

۲۶۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۴۱/۲۴۳۔

۲۷۔ ایضاً ص ۳۳۴۔

۲۸۔ التوبۃ ۹: آیت ۱۲۲۔

۲۹۔ عبدالماجد دریا آبادی تفسیر ص ۴۲۶۔ تاج کمپنی لمیٹڈ۔

۳۰۔ التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۳۳۴۔